ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3908

Program: BS Islamic Studies (Spec. Seerat Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت اسٹڈیز)

کورس: جغرافیۂ سیرت (3908) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (تخصص سیرت اسٹڈیز)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (بوٹ: 5-9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: دورِ جاہلیت میں عرب کے معروف بازار: انتظام و انصرام اور تاجروں کی حفاظت (20 نمبر)

سوال نمبر 1۔ دورِ جاہلیت میں عرب کے معروف بازاروں کا انتظام و انصرام اور تاجروں کی حفاظت کا طریقہ کار کیا تھا؟ (20)

تعارف

قبل اسلام عرب کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی اس کے موسمی بازار (اسواق) تھے۔ بنجر زمین اور محدود زراعت کے خطے میں تجارت ہی زندگی کا بڑا ذریعہ تھی، اور بازار صرف خرید و فروخت کی جگہ نہیں تھے؛ یہ قبائل کے میل جول، شاعری و خطابت کے مقابلے، تنازعات کے تصفیے، خبروں کے تبادلے اور سماجی رابطے کا مرکز بھی تھے۔ اس سوال میں معروف بازاروں کا تعارف، ان کے انتظام و انصرام کا طریقہ، اور ان بازاروں کی حفاظت کے اس نظام کا جائزہ لیا جائے گا جس کی بدولت ایسے معاشرے میں بھی تجارت چلتی رہی جہاں کوئی مرکزی حکومت موجود نہیں تھی۔ یہ پس منظر سیرت کے لیے بھی اہم ہے، کیونکہ دعوت کے ابتدائی سالوں میں یہی بازار و مواسم پیغام پہنچانے کے بڑے مراکز بنے۔

معروف بازاروں کا جغرافیائی تعارف

عرب کے مشہور بازاروں میں سرِفہرست سوقِ عکاظ ہے، جو مکہ و طائف کے درمیان نخلہ کے قریب لگتا تھا اور پورے عرب کا سب سے بڑا سالانہ میلہ شمار ہوتا تھا۔ عکاظ کے بعد اسی موسم میں مجنہ اور ذوالمجاز کے بازار لگتے تھے، تاکہ حاجی و تاجر حج کے موسم میں تینوں سے فائدہ اٹھا سکیں — ذوالمجاز عرفات کے قریب تھا۔ شمال میں دومۃ الجندل کا بازار اہم تھا جہاں شام و عراق کے تاجر آتے تھے۔ جنوب میں صنعاء، عدن اور حضرموت کے بازار (شحر وغیرہ) لبان و مسالاجات کی تجارت کے مراکز تھے۔ مشرق میں عمان کے بازار صحار و دباء اور بحرین کے ہجر و مشقّر کے بازار خلیجی تجارت سے جڑے تھے۔ یمن کے حبابشہ کا بازار تہامہ کی طرف مشہور ہوا۔ ان بازاروں کی ترتیب ایک تجارتی زنجیر بناتی تھی: سال کے مختلف مہینوں میں مختلف خطوں میں بازار لگنے سے تاجر کا قافلہ پورا سال متحرک رہ سکتا تھا۔

جدول 1: دورِ جاہلیت کے معروف بازار

بازار	محلِ وقوع	نمایاں خصوصیت
عکاظ	مکہ و طائف کے درمیان، نخلہ کے قریب	سب سے بڑا میلہ؛ شاعری و خطابت کے مقابلے

عکاظ کے بعد حج موسم میں لگنے والے بازار	مکہ کے قریب / عرفات کے پاس	مجنہ وذوالمجاز
شام وعراق کی تجارت کا سنگم	شمالی عرب (الجوف)	دومۃ الجندل
لبان، مسالا جات وسمندری تجارت	یمن	صنعاء وعدن
خلیجی وساحلی تجارت	عمان؛ مشرقی ساحل (بحرین)	صحار و دباء؛ ہجر

بازاروں کا زمانہ اور اشہر حرم کا نظام

انتظام کا سب سے بڑا ستون "اشہر حرم" یعنی حرمت والے مہینے تھے — ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب — جن میں جنگ و جدال اور خونریزی عرب روایت میں حرام سمجھی جاتی تھی۔ بڑے بازار اسی لیے ذوالقعدہ و ذوالحجہ میں لگتے تھے تاکہ تاجر دور دور سے امن کے ساتھ آئیں اور حج کا موسم بھی میلے میں آ جائے۔ یہ نظام مذہبی عقیدت اور عملی ضرورت کا امتزاج تھا: جس مہینے میں لڑائی بند ہو، اسی میں سفر و تجارت محفوظ۔ عکاظ کا انعقاد ذوالقعدہ میں ہونا اسی حکمت کی مثال ہے۔ اس اصول کی خلاف ورزی کو "فجار" یعنی حرمت پامال کرنے والی جنگ کہا جاتا تھا، اور حربِ فجار کی بدنامی خود بتاتی ہے کہ اس نظام کی خلاف ورزی کتنی معیوب سمجھی جاتی تھی۔

انتظام وانصرام: نگرانی، فیصلے اور محصول

بازار کا انتظام عموماً اس خطے کے بااثر قبیلے یا سردار کے پاس ہوتا تھا جس کی زمین پر بازار لگتا تھا۔ اس کے فرائض میں جگہ کی تقسیم، جھگڑوں کا تصفیہ، چوری و دھوکے کی شکایات سننا، اور بازار کے ایام میں امن قائم رکھنا شامل تھا۔ بعض بازاروں میں داخلے یا تجارت پر محصول (عُشر یا معین فیس) کی روایات بھی ملتی ہیں، جبکہ عکاظ کے بارے میں روایت ہے کہ وہاں محصول نہیں لیا جاتا تھا — اسی آزادی نے اس کی شہرت بڑھائی؛ البتہ تفصیلات میں روایات مختلف ہیں اس لیے یہاں مجموعی صورت پیش کی گئی ہے۔ میزان و پیمانوں کی نگرانی بھی مقامی روایت کے تحت ہوتی تھی اور دھوکہ دینے والے کی سماجی بدنصیبی اس کا بڑا سدِباب تھی، کیونکہ تاجر کی ساکھ ہی اس کا سرمایہ تھی۔ بازار میں منادی کر کے اعلانات کیے جاتے، گمشدہ مال و قیدیوں کے فدیے جیسے معاملات بھی انہی اجتماعات میں طے پاتے، اور بڑے قبائلی اعلانات بھی یہیں ہوتے تھے۔

ادبی و سماجی سرگرمیوں کا انتظام

عکاظ جیسے بازاروں میں شعراء اپنے قصائد سناتے، خطباء تقریریں کرتے اور قبائل اپنے مفاخر بیان کرتے تھے؛ بعض روایات میں منتخب قصائد کو اعزاز دینے کا ذکر آتا ہے۔ ان مقابلوں کا بھی ایک غیر رسمی نظام تھا: نامور شعراء و سردار ججوں کے رائے دیتے، اور کامیاب شاعر کی شہرت پورے عرب میں پھیل جاتی۔ یہ ادبی میلہ بازار کی کشش بڑھاتا اور قبائل کو پرامن مقابلے کا میدان دیتا—طاقت کی نمائش تلوار کے بجائے زبان سے ہوتی تھی۔ اسی طرح مفاخرہ و منافرہ (اپنی بڑائی کے مقابلے) میں ثالث مقرر کرنا بھی بازار کی سماجی تنظیم کا حصہ تھا۔ سیرت کی نظر سے یہ پہلو خاص اہم ہے: رسول اللہ ﷺ نے دعوت کے موسم میں انہی بازاروں و اجتماعات میں قبائل کے پاس جا کر پیغام پیش کیا، جس کی تفصیل سیرت کی کتب میں موجود ہے۔

تاجروں کی حفاظت کا طریقہ کار

حفاظت کا نظام کئی تہوں پر مشتمل تھا۔ پہلی تہہ اشہرِ حرم کی مذہبی پابندی تھی جس کا ذکر اوپر آیا۔ دوسری تہہ "جوار" یعنی پناہ و امان کا معاہدہ تھا: کوئی تاجر یا قافلہ کسی بااثر قبیلے یا سردار کی پناہ حاصل کر لیتا تو اس پر حملہ پناہ دینے والے کی عزت پر حملہ سمجھا جاتا اور پورا قبیلہ اس کے تحفظ کا ذمہ دار بن جاتا۔ تیسری تہہ "ایلاف" اور تجارتی معاہدے تھے: قریش نے شام کے لیے غسان و رومی حکام سے اور یمن کے لیے وہاں کے حکمرانوں سے تجارتی امان کے انتظامات کر رکھے تھے، جن کا پس منظر سورۂ قریش میں بیان کردہ رحلۂ شتاء و صیف سے جڑا ہے (حوالہ: سورہ قریش 106)۔ چوتھی تہہ مسلح حفاظت تھی: قافلے بڑے ہوتے، راستوں پر پہرے و پیش رو مقرر ہوتے، اور خطرناک علاقوں کے قبائل کو گزرگاہ کے عوض معاوضہ یا "خاوہ" جیسی ادائیگی کی روایات بھی ملتی ہیں۔ پانچویں تہہ اجتماعی دباؤ تھی: تاجر پر زیادتی کرنے والے قبیلے کا بائیکاٹ اور اس کے خلاف اتحاد کا خطرہ ہر قبیلے کو روکتا تھا، کیونکہ تجارت سب کی ضرورت تھی۔ چھٹی تہہ سردار کی ذاتی ذمہ داری تھی: جس قبیلے کی حدود میں لوٹ مار ہو، اس کی بدنامی اس کی آئندہ میزبانی و تجارت کو ختم کر سکتی تھی۔

اس نظام کی حدود اور سیرت سے تعلق

یہ نظام مکمل طور پر بے خطا نہیں تھا۔ حرمت والے مہینوں کی خلاف ورزیاں بھی ہوئیں، قافلے بھی لٹے — خود قریش کے قافلوں پر خطرہ سیرت کے ایک بڑے واقعے یعنی غزوۂ بدر کا پیش خیمہ بنا — اور کمزور قبیلے کے تاجر کو ہمیشہ اسی تحفظ کا درجہ حاصل نہیں ہوتا تھا جو قریش جیسے بااثر قبیلے کو حاصل تھا۔ تاہم بحیثیت مجموعی یہ غیر مرکزی، روایت و معاہدے پر کھڑا نظام صدیوں تجارت چلاتا رہا۔ اسلام نے اس کے شہر حرم — امان، معاہدے کی پاسداری، حرمت والے مہینوں کا احترام اور تجارت کی آزادی — کو برقرار رکھا اور لوٹ مار و دھوکے کی مذمت کر کے اسے اخلاقی بنیاد دی۔ بازاروں کا یہ مطالعہ سیرت کے معاشی پس منظر، قریش کی تجارتی حیثیت اور دعوت کے ابتدائی پلیٹ فارم کو سمجھنے کے لیے ناگزیر ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ دورِ جاہلیت کے بازار — عکاظ، مجنہ، ذوالمجاز، دومۃ الجندل، صنعاء، عدن، عمان و بحرین کے بازار — ایک منظم موسمی نظام کے تحت لگتے تھے جس کی بنیاد اشہر حرم کا امن، مقامی سرداروں کی نگرانی، اور جوار، ایلاف و معاہدوں کا حفاظتی جال تھا۔ تاجروں کی حفاظت کسی مرکزی حکومت کے بغیر مذہبی پابندی، قبائلی عزت اور باہمی مفاد کے توازن سے ممکن ہوئی۔ یہ بازار محض منڈیاں نہیں، قبلِ اسلام عرب کی معیشت، ادب اور سماج کا اجتماعی نظام تھے، اور سیرت کے واقعات کا ایک بنیادی پس منظر انہی سے بنتا ہے۔

سوال نمبر 2: سیرتِ طیبہ سے متعلق اہم مقامات — مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا تعارف (20 نمبر)

سوال نمبر 2۔ سیرتِ طیبہ سے تعلق رکھنے والے اہم مقامات (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) کا تعارف تحریر کریں۔ (20)

تعارف

سیرتِ طیبہ کے دو مرکزی مقام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں: پہلا ولادت، پرورش، بعثت اور مکّی دور کی جدوجہد کا شہر؛ دوسرا ہجرت، پہلی اسلامی ریاست اور مدنی دور کے تمام بڑے واقعات کا مرکز۔ دونوں کا جغرافیہ ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے — ایک بنجر پہاڑی وادی، دوسرا زرخیز نخلستان — اور یہی فرق دونوں شہروں کے کردار کو سمجھاتا ہے۔ اس سوال میں دونوں شہروں کا محلِ وقوع، طبعی صورت، مختصر تاریخی پس منظر اور سیرت سے متعلق اہم داخلی مقامات کا تعارف پیش کیا جائے گا۔ فاصلے و مسافتیں عمومی معروف اعداد کے طور پر دی جائیں گی جن میں اہلِ تحقیق کے ہاں معمولی اختلاف ممکن ہے۔

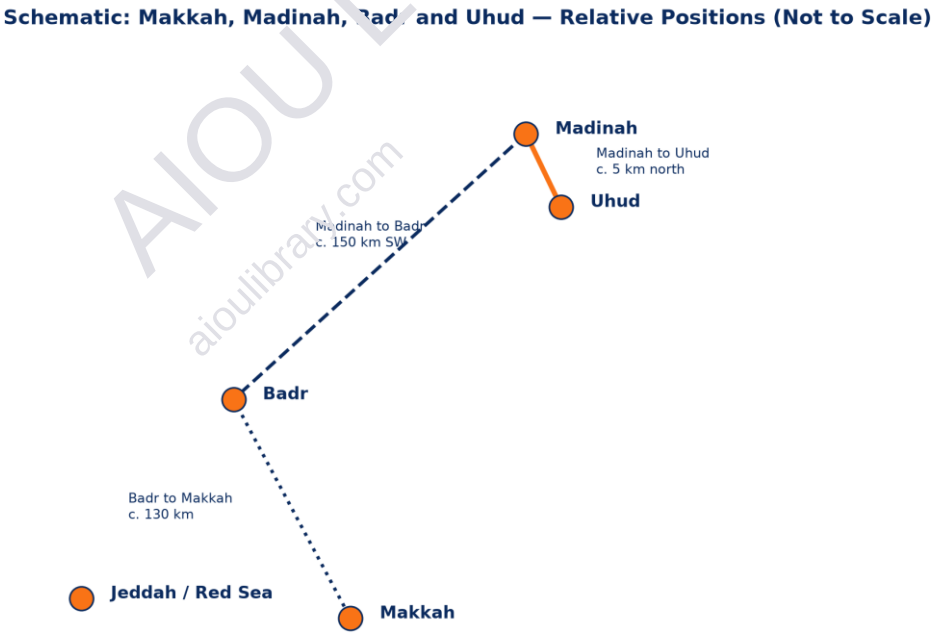

شکل 1: مکہ، مدینہ، بدر اور احد کے باہمی محلِ وقوع کا خاکہ (پیمانے کے مطابق نہیں)۔

مکہ مکرمہ: محلِ وقوع و طبعی صورت

مکہ مکرمہ حجاز کے مغربی پہاڑی سلسلے کے درمیان، بحیرہ احمر کے ساحل سے تقریباً ستر کلو میٹر اندر، ایک تنگ پہاڑی وادی میں واقع ہے۔ اس کے گرد جبلِ ابی قبیس، جبلِ قعیقعان اور دیگر پہاڑ ہیں؛ شہر کی زمین ریت و پتھر کی ہے، زراعت کے قابل نہیں اور بارش کم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مکہ کی وادی کو ”بنجر وادی“ کے وصف سے یاد کیا گیا بیان ملتا ہے (حوالہ: سورہ ابراہیم 14 میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا منظر)۔ اس بنجر پن کے باوجود مکہ کو جو اہمیت ملی اس کی دو وجوہات تھیں: بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی دینی مرکزیت، اور شام و یمن کے تجارتی راستوں کے سنگم پر اس کا محلِ وقوع۔ بندرگاہ اس کا سمندری دروازہ تھی۔ موسم یہاں شدید گرم ہوتا تھا اور پانی کی فراہمی کا مرکز زمزم کا کنواں اور چند دیگر پانی کے مقامات تھے۔

مکہ مکرمہ: سیرت کے اہم مقامات

مکہ کے اندر سیرت سے وابستہ مقامات کی فہرست طویل ہے۔ خانہ کعبہ اور اس کے گرد مطاف، حطیم و حجرِ اسود، مقامِ ابراہیم، صفا و مروہ کی پہاڑیاں جن کے درمیان سعی होती ہے، اور زمزم — یہ سب حرم کی پہچان ہیں۔ جبلِ نور (غارِ حرا) وہ پہاڑ ہے جہاں پہلی وحی کا واقعہ پیش آیا؛ جبلِ ثور وہ پہاڑ ہے جس کی غار میں ہجرت کے موقع پر تین دن قیام کی روایت مشہور ہے۔ دارِ ارقم دعوت کے ابتدائی خفیہ مرکز کے طور پر، شعبِ ابی طالب محاصرے کے دور کے حوالے سے، اور ابطح و حجون و کدیٰ وغیرہ کے علاقے مختلف واقعات کے حوالوں سے سیرت میں آتے ہیں۔ شہر کے باہر عرفات، منیٰ، مزدلفہ اور جمرات حج کے مقامات ہیں، اور حدیبیہ کا مقام اس صلح کے نام سے مشہور ہے جو مکہ کے قریب واقع ہوئی۔ مکہ کی آبادی کا مرکز قبیلہ قریش تھا جس کی شاخیں شہر کے مختلف محلوں میں آباد تھیں۔

مدینہ منورہ: محلِ وقوع و طبعی صورت

مدینہ منورہ — قدیم نام یثرب — مکہ سے تقریباً چار سو پچاس کلو میٹر شمال میں واقع ہے۔ یہ ایک زرخیز نخلستان ہے جو دو سیاہ پتھریلے میدانوں (حرّہ شرقیہ و حرّہ غربیہ) کے درمیان پھیلا ہے؛ یہ حرّے شہر کا قدرتی دفاع بھی تھے کیونکہ ان پر سے لشکر کا گزرنا دشوار تھا۔ جنوب میں وادیِ عقیق بہتی ہے، شمال میں جبلِ احد کھڑا ہے، اور وادیِ بطحان و

قنات وغیرہ شہر کو سیراب کرتے تھے۔ کھجور کے باغات، کنویں (جن میں بئرِ رومہ و بئرِ غرس وغیرہ مشہور ہوئے) اور زرعی زمین مدینہ کی معیشت کی بنیاد تھی۔ آبادی میں عرب قبائل اوس و خزرج اور یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر و بنو قریظہ آباد تھے، ہر قبیلے کے اپنے قلعے (آطام) تھے۔ موسم مکہ کی نسبت معتدل تھا اور پانی و خوراک کی فراہمی نسبتاً بہتر، یہی طبعی صورت اسے ہجرت کے لیے موزوں پناہ گاہ بناتی تھی۔

مدینہ منورہ: سیرت کے اہم مقامات

مدینہ آنے پر پہلا پڑاؤ قبا تھا جہاں مسجدِ قبا کی بنیاد رکھی گئی — اسے اسلام کی پہلی مسجد کہا جاتا ہے۔ پھر شہر میں مسجدِ نبوی ﷺ تعمیر ہوئی جو ریاست، عبادت، تعلیم اور مشاورت کا مرکز بنی؛ اس سے متصل حجرے اور صفّہ کا چبوترا اہلِ صفّہ کی درسگاہ بنا۔ جنت البقیع (بقیع الغرقد) شہر کا قبرستان ہوا۔ غزوات کے حوالے سے جبلِ احد و وادیِ احد، خندق کی کھدائی کا خط (شمال کی کھلی طرف)، بنو قریظہ و بنو نضیر کے علاقے، خیبر کی سمت کا راستہ اور بیرِ رومہ وغیرہ کے مقامات مشہور ہیں۔ وادیِ عقیق، جبلِ سلع اور قبلے کی تبدیلی سے منسوب مسجدِ قبلتین بنو سلمہ کے محلے میں ہے۔ حرا کی طرح مدینہ کے یہ مقامات بھی سیرت کے واقعات کو زمین سے جوڑتے ہیں: ہر غزوہ، ہر معاہدہ اور ہر وفد کا کوئی نہ کوئی زمینی پتہ مدینہ کے اسی نقشے پر ملتا ہے۔

جدول 1: مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کا تقابل

پہلو	مکہ مکرمہ	مدینہ منورہ
طبیعت	بنجر پہاڑی وادی، زراعت نہیں	زرخیز نخلستان، کھجور و کنویں
اہمیت کی بنیاد	بیت اللہ و تجارت	زراعت و قبائلی معاشرت؛ بعد میں اسلامی ریاست
آبادی (عہدِ نبوی ﷺ)	قریش و حلیف قبائل	اوس، خزرج، یہودی قبائل؛ بعد میں مہاجرین
سیرت کا دور	ولادت تا ہجرت (مکّی دور)	ہجرت تا وصال (مدنی دور)

دونوں شہروں کا باہمی تعلق

مکہ و مدینہ کے درمیان کا راستہ — تقریباً ساڑھے چار سو کلو میٹر — ہجرتِ نبوی ﷺ کا راستہ ہے، جو معروف قافلہ روٹ سے ہٹ کر ساحلی طرف سے اختیار کی گئی روایت کی وجہ سے سیرت کا جغرافیائی شاہکار ہے۔ دونوں شہر مل کر سیرت کے دو دور بناتے ہیں: مکہ میں دعوت کی بنیاد، صبر و استقامت کی تربیت اور تجارت و حج کا ماحول؛ مدینہ میں ریاست، قانون، دفاع اور دعوت کی عالمی وسعت۔ فتحِ مکہ کے بعد دونوں کا تعلق مکمل ہوتا ہے اور مدینہ ہی دارالحکومت رہا۔ آج بھی حرم کے شہر ہونے کی وجہ سے دونوں کو "حرمین شریفین" کہا جاتا ہے۔ دونوں کے طبعی فرق کو سمجھنا طالب علم کو بتاتا ہے کہ اسلام کا پیغام ایک بنجر تجارتی شہر میں پیدا ہو کر ایک زرعی نخلستان میں ریاست بنا اور پھر دنیا تک پھیلا۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ بنجر پہاڑی وادی میں بیت اللہ و تجارت کی وجہ سے مقدس مرکز تھا، جس کے اہم مقامات کعبہ، صفا و مروہ، زمزم، حرا و ثور ہیں؛ جبکہ مدینہ منورہ زرخیز نخلستان تھا جس کے اہم مقامات مسجدِ نبوی ﷺ، قبا، احد، خندق و بقیع ہیں۔ دونوں کا تقابلی مطالعہ سیرت کے مکّی و مدنی ادوار کی زمینی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ طالب علم اگر ان دونوں شہروں کا نقشہ ذہن میں رکھے تو سیرت کا کوئی واقعہ اس کے لیے بے مقام نہیں رہتا — یہی اس سوال کا مقصود اور جغرافیۂ سیرت کا عملی فائدہ ہے۔

سوال نمبر 3: غزوہ و سریہ کا مفہوم و فرق؛ غزواتِ بدر و احد کا جغرافیائی جائزہ (20 نمبر)

سوال نمبر 3۔ غزوہ اور سریہ کا مفہوم و فرق بیان کرتے ہوئے اہم غزوات (بدر، احد) کے جغرافیہ کا مختصر جائزہ لیں۔ (20)

تعارف

مدنی دور کی عسکری تاریخ کو سیرت نگاروں نے دو اصطلاحوں میں منظم کیا ہے: غزوہ اور سریہ۔ ان دونوں کا فرق جانے بغیر غزوات و سرایا کی فہرستیں، ان کی تعداد کے اختلافات اور ان کے مقاصد سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ بدر و احد جیسے بڑے غزوات کا جغرافیہ — میدان کا محلِ وقوع، فاصلہ، پانی، پہاڑ اور راستے — ان واقعات کی حکمتِ عملی کو روشن کرتا ہے۔ اس سوال میں پہلے دونوں اصطلاحوں کا مفہوم و فرق، پھر بدر و احد کے جغرافیے کا مختصر مگر منظم جائزہ پیش کیا جائے گا۔ یہ بیان تاریخی و جغرافیائی ہے؛ عسکری واقعات سے متعلق شرعی احکام کی تفصیل اس کا موضوع نہیں۔

غزوہ کا مفہوم

لغوی طور پر غزو کے معنی قصد و ارادے کے ساتھ نکلنے کے ہیں۔ اصطلاحِ سیرت میں غزوہ اس عسکری مہم کو کہا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ بنفسِ نفیس شریک ہوئے، خواہ لڑائی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ اس تعریف کے مطابق تبوک، حدیبیہ (جسے غزوہ شمار کیا جاتا ہے) اور کئی ایسی مہمات جن میں مقابلہ پیش نہیں آیا، سب غزوات میں آتی ہیں۔ غزوات کی تعداد میں سیرت نگاروں کے ہاں اختلاف ہے؛ عموماً پچیس سے انتیس کے درمیان عدد بیان کیا جاتا ہے، جن میں سے چند ہی میں باقاعدہ جنگ ہوئی — بدر، احد، خندق، بنی قریظہ، خیبر، فتحِ مکہ، حنین و طائف ان میں نمایاں ہیں۔ اختلاف کی وجہ گنتی کے اصول ہیں: بعض نے چھوٹی مہمات کو الگ گنا، بعض نے ملا کر، اور بعض نے ایک ہی سفر کی مختلف منزلوں کو مختلف انداز میں شمار کیا۔

سریہ کا مفہوم

سریہ (جمع: سرایا) اس دستے کو کہا جاتا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقرر کردہ امیر کی قیادت میں کسی مہم پر بھیجا اور خود اس میں شریک نہیں ہوئے۔ لفظ سریہ کی ایک توجیہ رات کو روانگی یا خفیہ / منتخب دستے سے بھی کی جاتی ہے۔ سرایا کی تعداد غزوات سے کہیں زیادہ ہے اور اس میں بھی شمار کا اختلاف ہے — پچیس سے ساٹھ تک کے اعداد مختلف کتب میں ملتے ہیں، کیونکہ بعض نے تعلیمی وفود (بعوث) کو بھی اسی میں شامل کر لیا اور بعض نے نہیں۔ سرایا کے مقاصد متنوع تھے: دشمن کی نقل و حرکت کی خبر گیری،

حملہ آور قبائل کی سرکوبی، تجارتی قافلوں کی نگرانی یا روک، نئے مسلمانوں کی حفاظت، اور بعض اوقات اساتذہ و مبلغین کی حفاظت کے ساتھ بھیجے گئے دستے۔ مؤتا کی طرف بھیجا گیا بڑا لشکر بھی اسی قسم میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ شریک نہیں تھے، اگرچہ وہ سرایا میں سب سے بڑا اور مشہور ہے۔

جدول 1: غزوہ و سریہ کا فرق

پہلو	غزوہ	سریہ
قیادت	رسول اللہ ﷺ بنفسِ نفیس شریک و قائد	آپ ﷺ کے مقرر کردہ امیر کی قیادت؛ آپ ﷺ شریک نہیں
تعداد (عمومی بیان)	تقریباً 25 تا 29 (اختلاف کے ساتھ)	تقریباً 35 تا 60 (گنتی کے اصول کے اختلاف کے ساتھ)
مثالیں	بدر، احد، خندق، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک	سریۂ حمزہ، سریۂ عبداللہ بن جحش، مؤتا، ذات السلاسل
لڑائی کی شرط	لڑائی ہونا ضروری نہیں	لڑائی ہونا ضروری نہیں؛ خبر گیری و دیگر مقاصد بھی شامل

غزوۂ بدر کا جغرافیہ

بدر مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں تقریباً ڈیڑھ سو کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ایک مقام ہے جہاں کنویں اور قافلوں کا پڑاؤ تھا۔ یہ مقام شام سے آنے والے تجارتی راستے پر پڑتا تھا؛ اسی لیے قریش کا قافلہ بھی اسی راستے سے گزرا۔ رمضان 2ھ میں پیش آنے والے اس واقعے کا میدان ایک وادی ہے جس کے کنارے ریت کے ٹیلے اور کنویں ہیں۔ جغرافیائی نکات یہ ہیں: مسلمانوں نے کنوؤں کے قریب اس طرف پڑاؤ ڈالا جس سے پانی ان کے قابو میں آیا—حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے مشورے سے بہترین کنوئیں

والی جگہ اختیار کرنے کی روایت سیرت میں مشہور ہے، جو میدان کے جغرافیے کو سمجھے بغیر واضح نہیں ہوتی۔ بارش نے زمین کو کیچڑ بنا دیا تھا جس کا اثر دونوں لشکروں کی نقل و حرکت پر بیان کیا جاتا ہے۔ بدر کی یہی جگہ — مدینہ سے دور، دشمن کے قافلہ راستے پر، پانی کے کنوؤں کے ساتھ — اسے ایک فیصلہ کن مقام بناتی ہے۔ آج بھی بدر کا قصبہ اسی علاقے میں آباد ہے اور شہداءِ بدر کا مقام زیارت کے حوالے سے معروف ہے۔

غزوۂ احد کا جغرافیہ

احد مدینہ کے شمال میں تقریباً پانچ کلومیٹر پر واقع ایک طویل پہاڑ ہے جس کی لمبائی کئی کلومیٹر تک پھیلی ہے۔ یہ پہاڑ مدینہ کی شمالی دفاعی ڈھال ہے۔ شوال 3ھ میں قریش کا لشکر اسی طرف سے آیا اور مسلمان لشکر نے احد کے دامن میں اس پوزیشن سے مقابلہ کیا کہ پہاڑ ان کی پشت پر رہا۔ میدان کی کلیدی جغرافیائی خصوصیت وہ چھوٹی پہاڑی ہے جسے جبلِ رماۃ (تیر اندازوں کی پہاڑی، جبلِ عینین) کہا جاتا ہے؛ اس پر پچاس تیر انداز مقرر کیے گئے تاکہ دشمن پیچھے سے گھیرا نہ ڈال سکے۔ درّے کی یہ حفاظت میدان کی جان تھی؛ تیر اندازوں کے مقام چھوڑنے سے خالد بن ولید (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) کے دستے نے اسی درّے سے آ کر صورت حال بدل دی — اس واقعے کو پہاڑی و درّے کا نقشہ دیکھے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ وادیِ احد، جبلِ سلع اور مدینہ کی طرف واپسی کا راستہ بھی اسی جغرافیے کا حصہ ہے۔ احد کے دامن میں شہداءِ احد کا مدفن ہے اور خود رسول اللہ ﷺ کا اس پہاڑ سے محبت کا اظہار روایات میں مشہور ہے، یہاں اسے بیان کرنے کا مقصد مقام کی سیرتی اہمیت اجاگر کرنا ہے۔

دونوں غزوات کے جغرافیے کا تقابل و سبق

بدر و احد کا تقابل سیرت کے عسکری جغرافیے کی دو صورتیں دکھاتا ہے: بدر دور دراز میدان میں، پانی کے کنٹرول اور دشمن کے راستے پر ہونے کی جنگ تھی؛ احد گھر کے قریب، پہاڑ کی پشت پناہی اور درّے کی حفاظت کی جنگ تھی۔ بدر میں آگے بڑھ کر دشمن کو اس کے راستے پر روکا گیا، احد میں شہر کے قریب دفاعی پوزیشن لی گئی۔ دونوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ سیرت کی عسکری حکمتِ عملی زمین کو پڑھ کر بنتی تھی: پانی کہاں ہے، پشت پر کیا ہے، درّہ کون سا کھلا ہے، دشمن کس سمت سے آ سکتا ہے۔ یہی مطالعہ آج کل "عسکری جغرافیہ" کہلاتا ہے، اور سیرت اس کی عملی مثالوں سے بھری ہے — خندق کی کھدائی میں مدینہ کے طبعی دفاع (حرّوں) کا استعمال اس کی تیسری بڑی مثال ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ وہ مہم ہے جس میں رسول اللہ ﷺ شریک ہوئے اور سریہ وہ دستہ ہے جو آپ ﷺ کے مقرر کردہ امیر کے تحت بھیجا گیا؛ تعداد میں اختلاف گنتی کے اصولوں کی وجہ سے ہے۔ بدر کا جغرافیہ — مدینہ سے ڈیڑھ سو کلومیٹر جنوب مغرب، کنوؤں والا پڑاؤ — پانی و راستے کی اہمیت سکھاتا ہے، جبکہ احد کا جغرافیہ — مدینہ کے شمال میں پہاڑ و درّہ — پشت پناہی اور درّے کی حفاظت کا سبق دیتا ہے۔ اصطلاح و نقشہ دونوں کو ساتھ سمجھنا ہی اس سوال کا حاصل ہے اور غزوات و سرایا کے مطالعے کی درست بنیاد بھی یہی ہے۔

سوال نمبر 4: مشہور سرایا کی کل تعداد اور ان کا پس منظر (20 نمبر)

سوال نمبر 4۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورِ مبارک میں بھیجے گئے مشہور سرایا کی کل تعداد اور ان کا پس منظر تحریر کریں۔ (20)

تعارف

سرایا مدنی ریاست کے دفاع، خبر گیری، سفارت اور دعوت کے ہمہ وقت چلنے والے نظام کا نام ہیں۔ غزوات بڑے اور نسبتاً کم واقعات ہیں، جبکہ سرایا چھوٹی، تیز اور متنوع مہمات تھیں جنہوں نے جزیرے کے کونے کونے تک مدینہ کی موجودگی، اس کے معاہدوں کی پاسداری اور اس کے دفاعی عزم کو پہنچایا۔ اس سوال میں سرایا کی تعداد کے بارے میں اہلِ سیرت کے مشہور اقوال، اس اختلاف کی وجہ، پھر ان مہمات کا تاریخی و جغرافیائی پس منظر، ان کے مقاصد کی قسمیں، اور آخر میں مشہور سرایا کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا۔ یہاں بھی اصول وہی ہے: تعداد کو کسی ایک حتمی عدد کے طور پر نہیں بلکہ گنتی کے اصولوں کی روشنی میں سمجھایا جائے گا۔

سرایا کی کل تعداد: مشہور اقوال

سیرت کی کتابوں میں سرایا کی تعداد کے بارے میں مختلف اعداد ملتے ہیں۔ ایک مشہور شمار کے مطابق سرایا و بعوث کی تعداد سینتالیس کے قریب بیان کی جاتی ہے؛ بعض نے چھپن، بعض نے اس سے زیادہ، اور بعض نے کم گنے۔ ابن سعد اور واقدی کی تفصیلی فہرستیں بڑی ہیں جبکہ مختصر سیرت نگاروں نے صرف مشہور مہمات کو شمار کیا۔ اس اختلاف کی وجوہات واضح ہیں: (1) بعض نے تعلیمی بعوث — جیسے رجیع اور بئر معونہ کی طرف بھیجے گئے معلمین کے وفود — کو سرایا میں شامل کیا، بعض نے الگ رکھا؛ (2) بعض نے ایک ہی مہم کی ذیلی روانگیوں کو الگ سریہ گنا؛ (3) بعض نے صرف جنگی دستوں کو شمار کیا، جبکہ خبر گیری و انفرادی مہمات کو نہیں؛ (4) روایات کی سند و تفصیل میں فرق نے بھی فہرستیں مختلف کر دیں۔ اس لیے درسی سطح پر درست رویہ یہ ہے کہ کہا جائے: مشہور و معروف سرایا درجنوں ہیں اور ان کی تعداد اہلِ سیرت کے اصول کے مطابق تقریباً پینتیس سے ساٹھ کے درمیان بیان کی جاتی ہے، جن میں سب سے بڑا اور مشہور سریہ مؤتہ و ذات السلاسل وغیرہ ہیں۔

سرایا کا تاریخی پس منظر

سرایا کا پس منظر ہجرت کے فوراً بعد کی صورت حال میں ہے۔ مدینہ ایک نئی چھوٹی ریاست تھی جس کے ارد گرد دشمن قبائل، یہودی قلعے، اور مکہ کی طاقتور قریش ریاست موجود تھی۔ قریش کے تجارتی قافلے مدینہ کے قریب کے راستوں سے شام جاتے تھے، اور مختلف قبائل مدینہ پر حملے کی منصوبہ بندی کی خبریں بھی آتی تھیں۔ ان حالات میں ایک فعال نظام کی ضرورت تھی جو دشمن کی نقل و حرکت کی خبر رکھے، حملے سے پہلے اس کی تیاری توڑے، معاہدہ شکنی کی سزا دے، نئے مسلمان قبائل کی حفاظت کرے، اور دعوت و تعلیم کے قافلوں کو تحفظ فراہم کرے۔ سرایا اسی نظام کا نام ہے۔ رمضان 1ھ میں حمزہ رضی اللہ عنہ کا سریہ ساحل کی طرف بھیجا گیا جو سرایا کی فہرست میں عموماً پہلا شمار ہوتا ہے؛ اس کے بعد عبیدہ بن حارث اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے سرایا آئے اور پھر یہ سلسلہ فتح مکہ و تبوک کے بعد تک جاری رہا۔

سرایا کے مقاصد کی قسمیں

مقاصد کو چار بڑی قسموں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ اول، خبر گیری و نگرانی: دشمن کے قافلوں اور قبائل کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا—عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کا سریہ اسی نوعیت کی سب سے مشہور مثال ہے۔ دوم، دفاع و پیش بندی: حملے کی تیاری کرنے والے قبائل کی طرف پیش قدمی کر کے ان کا منصوبہ ناکام بنانا—متعدد سرایا بنو سلیم، غطفان وغیرہ کی طرف اسی مقصد سے گئے۔ سوم، جوابی کارروائی و معاہدے کا نفاذ: عہد شکنی یا مسلمانوں پر حملے کے جواب میں بھیجے گئے دستے—محمد بن مسلمہ و عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہما کی انفرادی مہمات اور کرز بن جابر کی قیادت میں عرینہ کے تعاقب جیسے واقعات اسی ذیل میں آتے ہیں، جن کی تفصیل کتبِ سیرت میں ہے۔ چہارم، دعوتی و تعلیمی حفاظت اور سفارت: بعض بعوث علم و دعوت کے لیے تھے جن پر حملے نے انہیں شہادت کی تاریخ بنا دیا—رجیع و بئرِ معونہ کے واقعات اسی پس منظر میں آتے ہیں اور سیرت کے دردناک ابواب ہیں۔ ان مقاصد کی تقسیم بتاتی ہے کہ سرایا محض جنگی چھاپے نہیں تھے بلکہ ایک ریاست کا ہمہ گیر حارسی و دفاعی نظام تھے۔

جدول 1: مشہور سرایا—ایک انتخاب

سریہ / مہم	قیادت / سن (عمومی)	نمایاں پس منظر
سریۂ حمزہ (ساحلی مہم)	حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ — 1ھ	سرایا کا آغاز؛ قریش کے قافلے پر نظر
سریۂ عبداللہ بن جحش (نخلہ)	عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ — 2ھ	خبر گیری؛ بدر سے پہلے کی کشیدگی
رجیع و بئرِ معونہ (بعوث)	معلمین کے وفود — 4ھ	تعلیمی وفود پر حملہ و شہادتیں
مؤتہ	زید بن حارثہ و غیرہ رضی اللہ عنہم — 8ھ	شام کی سرحد پر رومی حمایتی قوتوں سے مقابلہ
ذات السلاسل	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ — 8ھ	شمالی قبائل کی سرکوبی و تنظیم

مشہور سرایا کا جغرافیائی پھیلاؤ

سرایا کا نقشہ پورے جزیرے و اس کی سرحدوں تک پھیلا ہے: مغرب میں ساحل و قریش کے قافلہ راستے، مشرق میں یمامہ و نجد کے قبائل، شمال میں دومۃ الجندل و شام کی سرحد (مؤتا، ذات السلاسل، تبوک کے پس منظر والے دستے)، جنوب میں یمن کی طرف بعض مہمات، اور مدینہ کے گرد و نواح میں خیبر و قبائلی علاقے۔ یہ پھیلاؤ سیرت کے اس مرحلے کو دکھاتا ہے جب مدینہ ایک شہری ریاست سے جزیرے کی مرکزی طاقت بن رہی تھی۔ سرایا کی کامیابی کا ایک بڑا سبب ان کی مقامی معلومات تھی — رہبر و خبر رساں، قبائلی حلیف اور راستوں کی واقفیت — یہ سب جغرافیۂ سیرت کا عملی استعمال ہے۔ ان کا چناؤ بھی اکثر اسی قبیلے یا علاقے کی واقفیت کی بنیاد پر ہوتا تھا؛ مثلاً عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ذات السلاسل میں ان کے ماموں زاد قبائلی تعلقات کی وجہ سے اضافی مدد بھی ملی، جس کی تفصیل روایات میں آتی ہے۔

سرایا کی اہمیت و اثرات

سرایا کے اثرات کثیر جہتی تھے۔ عسکری طور پر انہوں نے مدینہ کے گرد حفاظتی گھیرا بنایا اور دشمن کو پہل کرنے سے روکا۔ سیاسی طور پر قبائل کو پیغام ملا کہ مدینہ سے معاہدہ معنی رکھتا ہے اور خیانت کی قیمت ہے؛ اس سے حلیف قبائل کا اعتماد بڑھا۔ دعوتی طور پر ان مہمات کے ساتھ واپس آنے والے وسیع خراج و وفود کا سلسلہ جڑا رہا۔ انتظامی طور پر یہ مہمات مجاہدین کی تربیت، امارت کے تجربے اور ریاست کے نظم کی مشق تھیں — بعد میں بڑے فتوحاتی دور کی قیادت انہی مہمات سے تربیت پا کر نکلی۔ تاہم مؤرخانہ دیانت یہ بھی چاہتی ہے کہ ہر سریے کی روایت کو اسی درجے میں لیا جائے جو کتبِ سیرت میں اس کا ہے؛ بعض مہمات کی جزئیات میں اختلافات موجود ہیں، جن کا فیصلہ اہلِ تخصص کا کام ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ سرایا کی تعداد میں اہلِ سیرت کے شمار مختلف ہیں — مشہور بیانات میں یہ تعداد درجنوں میں اور عموماً پینتیس سے ساٹھ کے درمیان ملتی ہے، جس کی بنیاد گنتی کے اصول ہیں — اور ان کا پس منظر نئی مدنی ریاست کے دفاع، خبر گیری، معاہدوں کے نفاذ اور دعوت کی حفاظت کی ضرورت تھا۔ ساحلی مہمات سے لے کر مؤتا و ذات السلاسل

تک، یہ دستے جزیرے کے ہر خطے تک پہنچے۔ سرایا کا مطالعہ بتاتا ہے کہ سیرت کی مدنی کامیابی اچانک نہیں، ایک منظم، جغرافیہ سے واقف اور مقصد کے تحت چلنے والے نظام کا نتیجہ تھی — یہی اس سوال کا مرکزی نکتہ ہے۔

سوال نمبر 5: دربارِ نبوی میں آنے والے اہم وفود اور سلاطین کے نام مکاتیب (20 نمبر)

سوال نمبر 5۔ دربارِ نبوی میں آنے والے اہم وفود اور مختلف سلاطین (قیصر و کسریٰ) کے نام بھیجے گئے مکاتیب کا تعارف پیش کریں۔ (20)

تعارف

مدنی دور کے آخری سالوں میں سیرت کا ایک نمایاں باب وفود اور مکاتیب کا ہے۔ وفود وہ قبائلی و علاقائی نمائندگیاں تھیں جو مدینہ آ کر رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرتی تھیں، اور مکاتیب وہ خطوط ہیں جو آپ ﷺ نے جزیرے کے اندر و باہر کے حکمرانوں کو دعوت و تعارف کے لیے بھیجے۔ دونوں کا تجزیہ کہ پس منظر یہ ہے کہ صلحِ حدیبیہ کے بعد امن ملا، فتحِ مکہ کے بعد جزیرے کی مزاحمت ختم ہوئی، اور پھر 9ھ کو "عام الوفود" یعنی وفود کا سال کہا گیا۔ اس سوال میں اہم وفود کا تعارف، پھر سلاطین — خصوصاً قیصر (رومی بادشاہ) اور کسریٰ (فارسی بادشاہ) — کے نام بھیجے گئے مکاتیب، ان کے قاصدوں اور ان کے عمومی ردِ عمل کا تعارف پیش کیا جائے گا۔ خطوط کے متن یہاں ہو بہو اقتباس کے طور پر نہیں بلکہ عمومی مفہوم کے طور پر بیان کیے جائیں گے، تاکہ غیر مستند لفظی نسبت سے بچا جائے۔

وفود کا پس منظر اور نظام

وفود کی آمد کا سلسلہ اگرچہ پہلے سے تھا — انصار کی بیعتِ عقبہ بھی ایک نوعیت کی نمائندہ آمد تھی اور نجران کا وفد 9ھ سے پہلے مشہور ہوا — مگر باقاعدہ سیلاب 9ھ میں آیا۔ اسباب یہ تھے: فتحِ مکہ سے قریش کی مزاحمت ختم ہونا، حنین و طائف کے بعد قبائل کا طاقت کا توازن سمجھنا، اور تبوک کی مہم کے بعد شمالی سرحد تک مدینہ کی حیثیت کا واضح ہونا۔ وفود کی میزبانی کا نظام بھی منظم تھا: وفد مسجدِ نبوی ﷺ یا مخصوص مہمان خانوں میں ٹھہرتا، ان کی ضیافت ہوتی، ان سے ان کے علاقے کے حالات سنے جاتے، انہیں اسلام کی

تعلیم دی جاتی، اور واپسی پر اکثر ان کے ساتھ معلم یا عامل بھیجا جاتا یا ان میں سے کسی کو ان کا امیر مقرر کر دیا جاتا۔ بعض وفود قبولِ اسلام کے لیے، بعض سیاسی معاہدے کے لیے، اور بعض معلومات و جائزے کے لیے آئے — ہر وفد کا انداز اسی سے طے ہوتا تھا۔

اہم وفود کا تعارف

وفدِ ثقیف (طائف): طائف کے محاصرے و اس کے بعد کے حالات کے بعد ثقیف کا وفد آیا اور طویل گفت و شنید کے بعد طائف نے اسلام قبول کیا؛ یہ حجاز کے آخری بڑے مزاحمتی مرکز کا پرامن حل تھا۔ وفدِ بنی تمیم: نجد کے بڑے قبیلے کا وفد آیا جس کے شعراء خطباء کے مباحثے سیرت میں مشہور ہیں۔ وفدِ نجران: جنوبی یمن کے عیسائی علاقے نجران کا وفد مذہبی مکالمے کے لیے آیا؛ مباہلے کی پیشکش و پھر معاہدے پر اختتام اس وفد کی پہچان ہے (حوالہ سورہ آل عمران 3)۔ وفدِ عبدالقیس: مشرقی عرب (بحرین) سے آیا اور اس کی دور درازی و عقیدت کا خاص ذکر روایات میں ملتا ہے۔ وفدِ بنی حنیفہ: یمامہ سے آیا؛ اسی قبیلے سے بعد میں مسیلمہ کا فتنہ اٹھا، اس لیے اس وفد کا پس منظر بعد کی تاریخ کے لیے اہم ہے۔ وفدِ کندہ و طیّ: یمنی اصل کندہ اور شمالی طیّ کے وفود آئے؛ طیّ کے سردار عدی بن حاتم کی آمد و قبولِ اسلام مشہور ہے۔ یمن کے مختلف وفود و ملوک کے خطوط و نمائندے بھی اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ ان وفود کی مکمل فہرست درجنوں تک جاتی ہے؛ یہاں صرف نمایاں ترین کا تعارف دیا گیا ہے۔

جدول 1: اہم وفود اور مکاتیب — خلاصہ

باب	نمایاں مثالیں	نتیجہ / اہمیت
وفود	ثقیف، بنی تمیم، نجران، عبدالقیس، بنی حنیفہ، طیّ، کندہ	جزیرے کی بڑی حد تک پرامن شمولیت؛ 9ھ عام الوفود
مکاتیب (باہر)	قیصر روم، کسریٰ فارس، مقوقس مصر، نجاشی حبشہ	دعوت کا عالمی تعارف؛ سفارتی اسلوب کی بنیاد
مکاتیب (اندرون و سرحد)	حارث غسانی، ہوذہ یمامہ، ملوکِ عمان و بحرین و یمن	سرحدی و علاقائی حکمرانوں سے رابطہ

مکاتیب کا نظام: قاصد، مہر اور اسلوب

مکاتیب بھیجنے کا باقاعدہ سلسلہ عموماً صلحِ حدیبیہ کے بعد 6ھ کے اواخر یا 7ھ کے آغاز سے شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے آپ ﷺ نے مہر بنوائی جس پر روایت کے مطابق "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کندہ تھے، تاکہ خطوط کی سرکاری حیثیت واضح ہو۔ ہر خط کے لیے منتخب قاصد مقرر ہوتا تھا جو اس دربار کی زبان و رسوم سے واقف ہو — یہ انتخاب خود سفارتی بصیرت کی مثال ہے۔ خطوط کا عمومی اسلوب یہ تھا: بھیجنے والے کا تعارف، حکمران کو دعوتِ اسلام، اس کے قبول کرنے کی صورت میں سلامتی و اجر کی بشارت، اور انکار کی صورت میں ذمہ داری کا بیان۔ یہاں لفظی متن نقل کرنے کے بجائے یہ عمومی خاکہ دیا گیا ہے، کیونکہ خطوط کے الفاظ مختلف کتب میں مختلف صورتوں میں منقول ہیں اور ان کی لفظی تطبیق اہلِ تحقیق کا موضوع ہے۔

قیصرِ روم کے نام مکتوب

روم کے بادشاہ ہرقل (قیصر) کے نام خط دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بصریٰ کے حاکم کے ذریعے بھیجا گیا۔ اس دور میں قیصر فارس سے جنگ میں کامیابی کے بعد شام کے علاقے میں تھا۔ روایات میں بیان کیا جاتا ہے کہ قیصر نے خط پڑھ کر تحقیقات کیں — ابوسفیان سے، جو اس وقت تجارتی سفر پر شام میں تھے، سوالات کیے — اور آپ ﷺ کی صفات سن کر اس نے دلچسپی و احترام کا اظہار کیا، مگر اپنی قوم و سلطنت کے دباؤ کی وجہ سے وہ کھل کر قبول نہ کر سکا؛ اس نے قاصد کی عزت افزائی کی اور جوابی رویہ نرمی کا رکھا۔ یہ واقعہ سیرت میں اس لیے اہم ہے کہ اس سے ایک عالمی طاقت کے دربار میں دعوت کا باقاعدہ تعارف، قاصد کی حفاظت کا سفارتی اصول، اور سچائی کی گواہی (ابوسفیان کے جوابات) جیسے پہلو سامنے آتے ہیں۔ تفصیلات کی جزئی صورت کتبِ سیرت و حدیث میں ملتی ہے؛ یہاں تعارفی خاکہ کافی ہے۔

کسریٰ فارس کے نام مکتوب اور دیگر خطوط

فارس کے بادشاہ خسرو پرویز (کسریٰ) کے نام خط عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ روایات کے مطابق کسریٰ نے خط کی بے حرمتی کی اور غرور کا رویہ اختیار کیا؛ اس کے بعد فارسی سلطنت کے زوال کے واقعات تیزی سے پیش آئے اور یمن کے فارسی گورنر باذان کے قبولِ اسلام تک بات پہنچی — ان واقعات کی باہمی کڑی سیرت نگار بیان کرتے ہیں۔ دیگر اہم خطوط میں مصر کے مقوقس کے نام حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا گیا خط ہے جس کے جواب میں مقوقس نے نرمی سے جواب و تحائف بھیجے؛ حبشہ کے نجاشی کے نام عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ خط لے کر گئے اور نجاشی کا اسلام و مساعدت مشہور ہے؛ شام کے غسانی حاکم حارث بن ابی شمر اور یمامہ کے ہوذہ بن علی کے نام بھی خطوط گئے، جن کے ردِ عمل مختلف رہے — ہوذہ نے شرائط پیش کیں جو قبول نہ ہوئیں۔ عمان کے ملوک جیفر و عبد، بحرین کے منذر بن ساویٰ اور یمن کے بعض حکمرانوں کے نام خطوط بھی اسی نظام کا حصہ ہیں، جن میں سے کئی علاقوں نے پرامن طور پر اسلام قبول کیا۔ یوں مکاتیب کا جال بحیرہ روم سے لے کر خلیج تک پھیلا ہوا تھا۔

وفود و مکاتیب کے مجموعی اثرات

ان دونوں سلسلوں کے اثرات نے سیرت کا نقشہ بدل دیا۔ جزیرے کے اندر وفود کی آمد نے جنگ کے بجائے نمائندگی و مکالمے کو راستہ بنایا اور بیشتر عرب پرامن طریقے سے دائرہ اسلام میں آیا۔ باہر کی دنیا میں مکاتیب نے اسلام کو ایک علاقائی قبائلی تحریک کے بجائے عالمی دعوت کے طور پر متعارف کرایا اور سفارت کاری کے وہ اصول قائم کیے — قاصد کا احترام، خط کی مہر و سند، دربار کی رسوم کی پاسداری — جو بعد کی اسلامی سفارتی تاریخ کی بنیاد بنے۔ جغرافیائی نظر سے یہ دونوں باب سیرت کو اس کے آخری مدنی مرحلے میں حجاز سے نکال کر پورے معروف عالم کے نقشے پر رکھ دیتے ہیں: وفود نقشے سے مدینہ کی طرف آ رہے ہیں اور مکاتیب مدینہ سے نقشے کے ہر بڑے مرکز کی طرف جا رہے ہیں۔ یہی دوطرفہ حرکت اس سوال کا اصل منظر ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ 9ھ کو وفود کی کثرت کی وجہ سے عام الوفود کہا گیا، جن میں ثقیف، بنی تمیم، نجران، عبدالقیس، بنی حنیفہ، طیّ و کندہ نمایاں ہیں، جبکہ مکاتیب کے ذریعے قیصر روم، کسریٰ فارس، مقوقس مصر، نجاشی حبشہ اور دیگر سرحدی و اقوامی حکمرانوں تک دعوت کا باقاعدہ پیغام پہنچا۔ قیصر کا محتاط احترام اور کسریٰ کا غرور آمیز رویہ ان خطوط کے ردعمل کی دو متضاد مثالیں ہیں۔ وفود و مکاتیب مل کر بتاتے ہیں کہ سیرت کے آخری مدنی سالوں میں مکالمہ، نمائندگی اور سفارت ہی اصل ذرائع تھے — یہی اس سوال کا حاصل اور جغرافیۂ سیرت کے اس باب کی اہمیت ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com